حسان بن ثابتؓ

(۸)

جناب مولوی عبدالرحمن صاحب پرواز اصلاحی بمبئی

حسانؓ کے صاحبزادے عبدالرحمن ایک بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے مشہور رہیں ان میں بھی وہ تمام صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود تھیں جو ان کے والد کے اندر تھیں برقوقی لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن ابھی کم سن تھے کہ بھڑ نے انھیں کاٹ لیا۔ روتے ہوئے باپ کے پاس آئے۔ حسان نے پوچھا۔ کیا ہوا؟ کہا "لسعنی طائر" مجھے ایک اڑنے جانور نے کاٹ کھایا۔ کہا وہ کیسا تھا؟ بولے خبر نہیں۔ پھر پوچھا کیا شکل و صورت تھی؟ بچے نے بے ساختہ کہا "کانہ ملتفٌ ببُردی حِبَرۃٍ" مجھے ایک ایسے پرندے نے ڈنک مارا ہے جو دو رنگ والی دھاری دار چادروں میں لپٹا ہوا تھا۔ حسان اچھل پڑے اور بے ساختہ پکار اٹھے۔ بُنَیَّ الشاعر ورب الکعبۃ۔ خدا کی قسم میرا لڑکا تو شاعر ہے۔

مشہور نقاد اصمعی کہتے ہیں کہ بادل کی تعریف میں عبدالرحمن بن حسان سے بڑھ کر کسی عرب شاعر نے شعر نہیں کہے۔ اور سب سے بہترین ہجو کے اشعار وہ ہیں جو انھوں نے مروان کے بھائی عبدالرحمن بن الحکم کے سلسلہ میں کہے ہیں [۱]

عربی اشعار کا بہترین موتی حسان کا یہ شعر مانا جاتا ہے ؎

وانِ امراءً یُمسی ویُصبح سالماً　　مِنَ الناس الا ما جنیٰ لسعیدٌ

---

[۱] مقدمہ شرح دیوان حسان برقوقی۔

(جس شخص نے لوگوں میں رہ کر صبح وشام سلامتی کے ساتھ گذار لی وہ بلاشبہ سعادتمند انسان ہے)

اس پران کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے بھی طبع آزمائی کی اور فرمایا ؎

وانْ امرأً نال الغنیٰ ثم لم ینلْ صدیقاً ولا ذا حاجةٍ لزهیدُ

(جس شخص نے مال دولت حاصل کرنے کے باوجود کوئی دوست نہیں حاصل کیا اور نہ کسی حاجت مند کی حاجت روائی کی تو لوگ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

پھر سعید بن عبدالرحمٰن یعنی پوتے نے اس پر یوں گرہ لگائی ؎

وانْ امرأً لاحی الرجال علی الغنیٰ ولم یسأل اللهَ الغنیٰ لحسودُ

(جو شخص دولت مند ہونے پر دوسروں کو برا بھلا کہتا ہے مگر اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دولت کی التجا نہیں کرتا وہ شخص حاسد محض ہے۔

حسانؓ کی صاحبزادی لیلیٰ بھی قادرالکلام شاعرہ تھیں۔ ان کے متعلق جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے یہ واقعہ خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہے کہ ایک رات حسانؓ کی طبیعت موزوں ہوئی تو انھوں نے گنگنایا ؎

متاریك اذناب الامور اذا اعترت اخذنا الفروع واجتنینا اصولها

(دبے ہوئے امور کے چھوڑے ہوئے حصے جب کبھی ظاہر ہوجاتے ہیں تو ہم ان میں صرف شاخوں کو لے لیتے ہیں اور جڑوں کو کاٹ پھینکتے ہیں۔

اس کے بعد حسانؓ نے دوسرا شعر کہنا چاہا تو برمحل کوئی شعر موزوں نہ ہوا۔ صاحبزادی بول اٹھیں اگر آپ کی طبیعت موزوں نہیں ہورہی ہے تو میں اسے پورا کردیتی ہوں۔ حسان نے کہا ہاں اگر عمدہ شعر ہو تو کہو۔ لیلیٰ نے فوراً ہی کہا ؎

؎ مقدمہ شرح دیوان حسان برقوقی۔

مقاویل بالمعروفِ خرسٌ عن الخنا　　کرام یعاطون العشیرۃ سؤلھا

(مشہور کہنے والے بھی کبھی گنگنانے سے معذور ہو جاتے ہیں۔ شریف لوگ خاندان کے لوگوں کے سوال پر بے دریغ بخشش کرتے ہیں)

یہ سنتا تھا کہ حسانؓ کی طبیعت پھڑک اٹھی۔ اور یوں گویا ہوئے ؎

وقافیۃ مثل السنانِ رزئتھا　　تنادلتُ من جوّ السماءِ نزولھا

(ہم نے قافیے تو بھالوں کے مانند فراہم کیے ہیں۔ یہ ہمارے پاس آسمان سے اتر کر آتے ہیں)

پھر صاحبزادی نے کہا ؎

یراھا الذی لا ینطق الشعرَ عندہٗ　　ویُعجزُ عن امثالھا اَنْ یقولھا

(وہ اسے اس کے پاس دیکھ رہا ہے جس کے پاس شعر کہنے کی قوت نہ تھی۔ وہ تو اس کے جیسے شعر کہنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔)

اس کی باتیں سن کر حسانؓ نے کہا اب تم بڑی شاعرہ ہو چکی ہو۔ تمہاری موجودگی میں میں کیا شعر و شاعری کروں۔؟

اس نے کہا۔ آپ کی شاعری میں تو کلام نہیں اور نہ آپ کی صلاحیتوں سے میں منکر ہوں۔ جب تک آپ زندہ ہیں میں شعر کہنا نہیں چاہتی ــ؎[1]

حسان کے پوتے سعید بن عبدالرحمٰن بھی شاعر تھے ان کا شمار متوسط درجہ کے شاعروں میں ہوتا ہے وہ بنو امیہ کے خلفاء کے پاس جایا کرتے اور ان کی مدح میں اشعار کہتے۔ اور انعام و صلہ پاتے۔ لیکن ان میں نہ تو ان کے والد ہی کی خوبیاں تھیں اور نہ دادا ہی کی ؎[2]

---

[1] الشعر والشعراء ۱/۲۶۶　　[2] الموشح مرزبانی ص۶۲

عہد نبوی کے بعد حسانؓ کی زندگی

رسول اکرمؐ کا دنیا سے تشریف لے جانا حسانؓ کے لئے بڑا دلگداز سانحہ تھا۔ اس حادثۂ فاجعہ سے وہ کس قدر متاثر ہوئے اس کا اندازہ ان دردانگیز اشعار سے لگایا جا سکتا ہے جو مراثی رسول کے سلسلے میں انھوں نے کہے ہیں۔ جس کی تفصیل ہم شاعری کے باب میں بیان کریں گے۔

آپؐ کے بعد وہ اپنے کو بغیر سرپرست اور مربی کے محسوس کرنے لگے۔ وہ ذاتِ گرامی جو ان کا مرکز عقیدت تھی۔ جو ان کے لیے شمعِ ہدایت اور جانِ محفل تھی وہ دنیا میں موجود نہیں رہی۔ جس کی بے پایاں عنایتوں اور الطاف کریمانہ سے ان کا دامنِ مراد مالامال رہتا تھا۔ جس کے جود و نوال کے خوشہ چین اور جس کے دریائے کرم سے وہ فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ اس کے لئے نگاہیں ترسنے لگیں۔ جس کی بارگاہ میں وہ والہانہ جذبات کا اظہار کرتے تھے تو ان کو بھرپور داد ملتی جس کے دامن محبت سے وابستہ ہونے کے بعد ان کا اپنے ہم چشموں میں رتبہ بلند ہوا۔ اور جس سے نسبت کا شرف پاکر تمام معاصر شعراء پر ان کو فوقیت اور برتری حاصل ہوئی۔ اور ان کی حقیقی شاعرانہ صلاحیتوں کو صحیح راہ ملی۔
وہ بحیثیت شاعر کے دنیا میں اسی وقت چمکے جبکہ انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی حمایت و نصرت کا بیڑا اٹھایا زندگی میں بہت کچھ کہا اور بڑے بڑے شاعرانہ معرکے سر کئے مگر عہد نبوی میں انھوں نے جو کچھ کہا وہ سب سے زیادہ شاندار، بلندپایہ، دلکش اور دلوں میں جوش ایمانی پیدا کرنے والے اشعار ہیں۔ ان میں جو مقصدیت، گہرائی۔ اور خلوص و صداقت ہے۔ وہ ان کے کسی عہد کے کلام میں نہیں ملے گی۔

عہد نبوی کے بعد ان کے جذبات کا سرد پڑ جانا لازمی تھا۔ نہ وہ ماحول ہی باقی رہا اور نہ کفار و مشرکین کی جانب سے لسانی معرکہ آرائی کا وہ دور آب عرب

کا زیادہ تر حصہ اسلام کی آغوش میں آچکا تھا۔ وہ لوگ جو اسلام کے خلاف جذبات کو برانگیختہ کیا کرتے تھے۔ اسلام پر کیچڑ اچھالتے تھے۔ تقریباً سب کے سب ختم ہو چکے تھے یا اسلام کے کیمپ میں آچکے تھے۔ اب اگر وہ اشعار کہتے بھی تو ان سے کون دلچسپی لیتا۔ اگر ان اشعار کو دہرایا جاتا تو ممکن تھا کہ سوئی ہوئی عصبتیں جاگ اٹھیں اور یہ سراسر اسلامی اجتماعیت کے حق میں مضر ہوتا۔ خلفائے اسلام نے اسی بنا پر ان کے اشعار کی طرف سے سرد مہری برتی۔ بلکہ بعض اوقات اگر انھوں نے اشعار سنانا چاہا تو انھیں روک دیا گیا۔ جس شخص کی زندگی ہمیشہ اسی مشغلے میں گذری ہو اس کے لئے واقعی یہ بڑا کٹھن وقت تھا۔ وہ اگر شعر و شاعری ہی سے دست بردار ہو جاتے تو کچھ بعید نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریاں موقع پاکر بھڑک اٹھتی ہیں۔ جب کبھی خلفاء کے زمانے میں کوئی بات فکر انگیز ہوئی تو ان کے جذبات بے اختیار ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانے میں جب ارتداد کی تحریک اٹھتی ہے اور مرتدین اسلام کے راستہ سے منحرف ہو رہے تھے تو وہ خلیفۂ اول کی حمایت میں کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی قوم انصار کی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہہ اٹھتے ہیں ؎

ما البکر الّا کالتفصیل وقد تری ان الفصیل علیہ لیس بعار

انا فجّ الجبج لبیتہ رکبان مکۃ معشر الانصار

نغری جاجمکم بکل مھنّد ضرب القدار مبادی الایسار

حتی تکنّوہ بفحل ھنیدۃ یحمی الطر وقۃ بازل ھدّار

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی جب وفات ہوئی ہے تو اس پر اپنے گرم آنسو بہاتے ہیں۔ جس کو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کے دلی جذبات کے آئینہ دار ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃٍ فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا

(جب تم کسی قابل اعتماد شخص کا تپاک سے ذکر کرو۔ تو ضرور ابوبکر کے کارناموں کی وجہ سے انھیں یاد کرنا۔)

التالی الثانی المحمود شیمتہ واول الناس طرًّا صدّق الرسلا

(وہ دوسرا پیرو تھا جس کی عادتیں قابل تعریف ہوئیں اور وہ پہلا آدمی تھا جس نے رسول کی تصدیق کی)

والثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو بہ اذ صعّد الجبلا

(وہ بلند غار کے اندر دو میں سے دوسرا تھا۔ جبکہ دشمن نے پہاڑ پر چڑھ کر ان کے ارد گرد چکر لگایا۔)

وکان حِبّ رسولِ اللّٰہِ قد علموا من البریّۃ لم یعدل بہ رجلا

(وہ رسول اللہ کے محبوب تھے۔ لوگ جانتے ہیں کہ ان جیا کوئی دوسرا نہ تھا)

خیر البریۃ اتقاھا وارأفھا بعد النبی واوفاھا بما حملا

(نبی کے بعد وہ تمام خلقت میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، عادل، اور اپنے فرائض کو کما حقہ، انجام دینے والا تھا۔)

حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت آتا ہے تو ماحول میں اور بھی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو ضعیفی اور کبر سنی۔ دوسرے شعر و شاعری کے لئے حوصلہ افزائی کی اب گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی۔ حضرت عمرؓ نے کھلم کھلا ان پر پابندی بھی لگادی کہ وہ ان اشعار کو ہرگز نہ مجلسوں میں دہرائیں جو انھوں نے رسول اکرمؐ کے زمانے میں ہجو گو شاعروں کے خلاف کہے تھے۔ اس لئے کہ اب ان میں سے بیشتر اسلام کے دائرہ میں آچکے ہیں۔ اگر بر سرِ عام ان اشعار کو پڑھا جائیگا تو خواہ مخواہ ان کے جذبات کو ٹھیس لگے گی۔ اور سوئی ہوئی عداوتوں کو جاگ

جانے کا موقع ملے گا۔ خلافت کے کام میں خلل پڑے گا اور مسلمانوں کی اجتماعیت کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مسجد نبوی کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ حسانؓ اپنے اشعار سنا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انھیں سختی کے ساتھ روکا۔ حسان اس موقع پر دبے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دیئے۔ خدا کی قسم اس مسجد میں بندہ اس ذات گرامی کے سامنے شعر سنایا کرتا تھا۔ جو آپ سے کہیں محترم اور برتر تھی۔ اور اس نے کبھی روک ٹوک نہیں کی تو حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ ؎ ۱

حضرت عمرؓ کا رویہ بڑا حوصلہ شکن تھا۔ اور اب ان کی شاعرانہ قدر دانی کا دور قریب قریب ختم تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اصحاب رسول کی ایک مجلس میں حضرت زبیرؓ کا گذر ہوا۔ اور حسانؓ انھیں اپنے اشعار سنانے لگے۔ لوگوں نے ان کے اشعار سے کچھ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ حضرت زبیرؓ کو لوگوں کے اس رویہ پر سخت حیرت ہوئی کہنے لگے کیا بات ہے کہ آپ لوگ بادل ناخواستہ ابن الفریعہ کا کلام سن رہے ہیں۔ حالانکہ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں باریاب ہوا کرتے تھے تو ان کے کلام کو بڑی دلچسپی اور توجہ کے ساتھ سنا جاتا تھا۔ رسول اکرمؐ ان پر اپنی نوازشات بھی فرماتے۔ حضرت زبیرؓ کی زبان سے یہ ستائشی کلمات سن کر حسان کے دل میں شکر و سپاس کے جذبات ابل پڑے اور نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ ؎ ۲

وہ شعراء جن کی وہ پہلے ہجو کیا کرتے تھے۔ لیکن اسلام میں آنے کے بعد بھی ان کے دلوں میں اس کی یاد باقی تھی۔ وہ کبھی کبھی حسان سے چھیڑنے کی غرض سے اشعار سنانے کی فرمائش کرتے۔ حضرت عمرؓ نے اسی لئے روکا تھا کہ کہیں گذشتہ تلخیاں پھر نہ

؎ ۱ آغانی ۴/۱۴۴ ؎ ۲ آغانی ۴/۱۴۴

ابھر آئیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حسان کے حریف عبداللہ بن الزبعری اور ضرار بن الخطاب مدینہ میں آئے۔ دونوں نے حسان کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ اپنے اشعار سنائیں اور ہمارے بھی اشعار سنیں۔ تھوڑی تفریح رہے گی۔ مجلس شعر منعقد ہوئی پہلے ان دونوں نے اپنے اپنے اشعار سنائے۔ سننا تھا کہ حسان جوش میں آگئے اور پھر ایسے اشعار سنائے کہ وہ دونوں تلملا اٹھے۔ جلدی سے اٹھکر چاہا کہ مکہ چلے جائیں۔ اور ہنوز سواری کے پاس پہونچے بھی نہ تھے کہ حسان فوراً ہی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انھیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو واپس بلانے کا حکم دیا۔ پھر جب وہ آگئے تو انھیں حکم دیا کہ وہ دوبارہ حسان کے کلام کو سنیں۔ جب حسان اشعار سناکر فارغ ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ "میں اسی لئے تمہیں اس بات سے روکتا ہوں کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان گذشتہ واقعات کی یاد مت دلاؤ۔ اس سے آپس میں شکر رنجی پیدا ہوتی ہے۔ ہاں ایسا ہی ہے تو اسے قلمبند کرلو۔ اور حفاظت سے اپنے پاس رکھ لو۔ [1]

ایک طرف حضرت عمرؓ حسانؓ کو ان اشعار کو پڑھنے سے روکتے تھے۔ تو دوسری طرف وہ حسان کے شاعرانہ مرتبہ کی دل سے قدر بھی کرتے تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ ان کی مہارت اور فنی کمال کے وہ منکر ہوگئے ہوں۔ اکثر ہجو گوئی کا کوئی قضیہ ان کی عدالت میں پیش ہوتا تو حضرت عمرؓ باوجودیکہ شعر کے پرکھنے کی اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے مگر ثالث حسانؓ ہی کو بناتے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ یہ بہت بڑے شاعر بھی ہیں اور ہجو گوئی کے جملہ اسالیب سے واقف ہی نہیں بلکہ اسے برتنا بھی

---

[1] آغانی ۴/۱۴۰ و طبقات الشعراء ص ۲۰۳ ۔

جانتے ہیں۔ وہ اس میدان کے ہر نشیب و فراز اور گھاٹیوں سے گذر چکے ہیں۔ فنی لحاظ سے انھیں اپنے دلائل پیش کرنے کی پوری قدرت بھی ہے۔ چنانچہ جب زبرقان کی حطیئہ نے ہجو کی تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس آکر دادخواہ ہوا۔ حضرت عمرؓ باوجود اپنی تنقیدی بصیرت کے یہی سمجھتے تھے کہ یہ ہجو نہیں بلکہ صرف خفگی کا اظہار ہے۔ لیکن جب انھوں نے اس سلسلہ میں حسانؓ سے رجوع کیا تو حسان نے بتایا کہ "یہ تو بڑی ہی تکلیف دہ ہجو ہے" حسانؓ کے اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ نے حطیئہ کے قید کرنے کا حکم دیا۔[1]

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ان سے اس وقت بھی رائے زنی کے لئے کہا جبکہ تمیم بن ابی بن مقبل شاعر کے طرفدار نجاشی شاعر کے خلاف درخواست دی گئی تو حسانؓ نے یہی بتایا کہ نجاشی نے بنی عجلان کے خلاف جو کچھ کہا ہے وہ نہایت فحش اور بیہودہ ہجو ہے۔ چنانچہ ان کے اس فیصلہ پر نجاشی کو قید کرنے کا حکم دیا گیا۔[2]

حضرت عمرؓ کی ناقدانہ بصیرت اور شعر فہمی کے متعلق ابو حفص الحائشی کا قول بڑی شہرت رکھتا ہے کہ "عمر بن الخطابؓ لوگوں میں شعر کے سب سے بڑے رمز شناس تھے"۔ لیکن اس کے باوجود شاعرانہ جھگڑوں میں فیصلہ کے لئے حسان ہی کو بلاتے تھے۔[3]

پھر بھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی بارگاہ میں انھیں وہ مراعات اور تقرب نہ حاصل ہوا جو انھیں بارگاہِ رسول میں حاصل تھا۔

حضرت عمرؓ کی ذات سے جو تعلقِ خاطر ہونا چاہیئے تھا وہ انھیں ان کی زندگی میں نہیں رہا۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کی شہادت پر حسان کے یہاں سوائے تین شعر کے کوئی مرثیہ نہیں ملتا۔[4]

---

[1] آغانی ۲/۱۸۹۔ [2] العمدہ ابن رشیق ۱/۲۷ و امالی ثعلب ص ۱۸۰
[3] البیان والتبیین ۱/۲۳۹

فجعنا فیروز لادر دره ... بابیض یتلو المحکمات منیب

(فیروز کا ستیاناس ہواسی نے اچانک ایسے شخص کی موت کے غم سے دوچار کیا جو آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرنے والا اور خدا کی طرف رجوع ہونے والا تھا۔)

رؤوف علی الادنی۔ غلیظ علی العدا ... اخی ثقۃ فی النائبات نجیب

(قریبوں پر مہربان و شفیق اور دشمنوں پر سخت و غضبناک۔ لڑائیوں میں قابل اعتماد ساتھی اور نہایت شریف النفس تھا۔

متی ما یقل لا یکذب القول فعلہ ... سریع الی الخیرات غیر قطوب

(جب کبھی کوئی بات کہتا تو عمل بھی اس کے مطابق ہوتا۔ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والا۔ اور تند خوئی اس میں بالکل نہ تھی۔)

البتہ خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ بن عفان سے حسانؓ بہت زیادہ مانوس اور قربت محسوس کرتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ بھی ان کی ویسی ہی پاسداری کرتے تھے اس کی بڑی وجہ حسان کے بھائی اوسؓ بن ثابت اور حضرت عثمانؓ کے درمیان رشتۂ مواخاۃ تھا۔ دورِ عثمانی میں حسان کا انحطاط تھا۔ عمر بھی زائد ہو چکی تھی اور قوا بھی مضمحل۔ بینائی زائل ہو چکی تھی۔ کانوں کی سماعت بھی کم ہو چکی تھی۔ اس لئے خیال آفرینی اور قوت گویائی بھی ماند پڑ چکی تھی۔ نہ ان کے اشعار میں ولولے تھے۔ اور نہ تازگی۔ نہ زورِ بیان کا لطف تھا اور نہ طنز کا گہرا وار۔ عہدِ نبوی میں جس طرح وہ گہر افشانیاں کیا کرتے تھے ظاہر ہے وہ بانکپن وہ کہاں سے لا سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑی حد تک شعر و شاعری کی مجلسوں سے بھی کنارہ کش ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ کسی دعوت یا تقریب میں شرکت کا اتفاق ہوتا تو بغیر سہارے یا رہنما کے نہیں جا سکتے تھے۔ اصمعی نے نقل کیا ہے کہ جب وہ دعوت میں بلائے جاتے تو پہلے یہ پوچھتے تھے کہ بتاؤ کیسی دعوت ہے بچے کی ولادت کی، اس کے ختنہ کی؟ یا دعوتِ ولیمہ

ایک مرتبہ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک تقریب کے اندر بلائے گئے۔ کھانے کے بعد نظم خوانی کا دور چلا۔ لوگوں نے گانے والوں سے فرمائش کی کہ وہ انھیں کے اشعار سنائیں جو انھوں نے آل غسان کی مدح میں کہے ہیں۔ چنانچہ گانے والوں نے فرمائش کی تعمیل کی اور کچھ ایسے لحن میں گنگنایا کہ حسانؓ اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکے بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ؎

حضرت عثمانؓ کی شہادت بڑے دردناک طریقہ پر ہوئی۔ بوڑھا شاعر سراپا غم و اندوہ میں ڈوب گیا اور اس نے حضرت عثمانؓ کا نہایت غم انگیز مرثیہ کہا ؎

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ یقطع اللیل تسبیحا و قرآنا

(لوگوں نے اس کچے پکے بالوں والے کی قربانی کر دی جس کی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح و قرآن خوانی میں گذرتا تھا۔)

قرآن مجید میں صحابہ کی تعریف جہاں کی گئی ہے وہاں یہ فقرہ بھی کہا گیا ہے کہ "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود"۔ حضرت عثمانؓ کے جہاں اور بہت سے اوصاف تھے وہاں یہ ان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ اور اسی کی طرف ان کے شعر میں "عنوان السجود" کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہے۔

دوسرے مرثیہ میں کہتے ہیں ؎

اذا تذکرتہٗ فاضت باربعۃٍ عینی بدمعٍ علی الخدین منحدرٍ

(جب میں انھیں یاد کرتا ہوں تو میری آنکھیں میرے دونوں رخساروں پر لگاتار چار چار آنسو بہاتی ہیں)

بہت سے قصائد اور قطعات حضرت عثمانؓ کی شہادت پر کہہ ڈالے۔ ہر قصیدہ غم و اندوہ اور سوز و درد سے بھرا ہوا ہے۔ ان اشعار میں جہاں ان کا خلیفۂ سوم

؎ تاریخ ابن عساکر ۴/۱۴۰

سے قلبی تعلق اور گہرے لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں یہ دیکھکر حیرت بھی ہوتی ہے کہ بڑھاپے میں ان کے دل کی بجھی ہوئی چنگاریاں کس طرح بھڑک اٹھی ہیں۔ شاید ہی کسی بوڑھے شاعر نے اتنی توانائی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کیا ہو۔ جتنا انھوں نے مراثی عثمان میں کیا ہے۔ ان اشعار کی برجستگی اور شدت جذبات کو دیکھکر ہی مشہور مستشرق نولڈیکی کو یہ خیال ہوا ہے کہ ان کی عمر کے بارے میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ساٹھ سال دور جاہلیت میں گذارے اور ساٹھ سال اسلام میں۔ تو محل نظر ہے۔ اس کے خیال میں اتنی عمر کا آدمی اتنے زوردار شعر نہیں کہہ سکتا۔ ان کی عمر یقیناً کم رہی ہوگی۔ ؎۱

ڈاکٹر شوقی ضیف تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے متعلق زیادہ تر اشعار بنوامیہ کی کارستانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ انھوں نے یہ اشعار اس لئے گھڑ لئے کہ لوگوں کو یہ بتا سکیں کہ شاعر رسول بھی ان کے طرفداروں میں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا یہ بھی مقصد تھا کہ کسی طرح اپنے اوپر سے ان داغوں کو بھی دھو سکیں جو حسان نے زمانۂ شرک میں اپنی ہجو کے ذریعہ ان پر لگائے تھے۔ ؎۲

اس کی تائید ان باتوں سے بھی ہوتی ہے جو ابن عبد البرؒ نے اس سلسلے میں بیان کی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حسان سے منسوب اشعار کا بڑا حصہ انھیں کا ہے۔ ممکن ہے کچھ اشعار ان کے اندر بعد میں ملا دیئے گئے ہوں۔ کیونکہ اشعار میں جو درد۔ جو سوز و تڑپ ہے وہ بناوٹی نہیں معلوم ہوتے۔ اس کے ہر شعر میں خلوص اور قلبی لگاؤ کی کسک پائی جاتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اس وقت حسان کی عمر اسّی سے اوپر ہو چکی تھی۔ لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس عمر میں انسانی جذبات بھی ختم ہو جائیں۔ ایک تو حضرت عثمانؓ کی موت

؎۱ امراء غسان ص۴۵ و بروکلمان۔ تاریخ الادب العربی ۱/۱۵۳۔

؎۲ شوقی ضیف۔ تاریخ الادب العربی ۲/۸۱۔

بڑے دردناک طریقہ پر ہوئی۔ دوسرے ان سے خاندانی تعلق اور لگاؤ۔ ان کے جود و کرم اور نوازشات، جو ان کے عمال پر تھیں ان سب کا تقاضا تھا کہ وہ اپنی بیقراری کا اظہار کریں وہ صرف اس حادثے پر خون کے آنسو ہی نہیں بہاتے بلکہ ان کے قاتلوں پر غم و غصے کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب کے ذکر کے ساتھ اپنی قوم کو ملامت بھی کرتے جاتے ہیں کہ وہ اس موقع پر ان کے نہ کام آئی۔ فرماتے ہیں ؎

اترکتموہ مفرداً بمضیعۃٍ تنتابہُ الغوغاءُ فی الامصار

(کیا تم لوگوں نے انھیں تن تنہا چھوڑ دیا، جہاں ٹڈیاں یعنی کمینے لوگ ان کے پاس شہر میں منڈلاتے رہے۔)

لهفانَ یدعو غائباً انصارَہٗ یا ویحکم یا معشرَ الانصارِ

(افسوس وہ تنہائی میں اپنے مددگاروں کو پکارتے رہ گئے اور اے گروہ انصار تم سے کچھ نہ ہو سکا)

ہلا وفیتم عندہا بعہودکم وفدیتم بالسمع والابصارِ

(کیا تم لوگوں نے اس سے اس معاہدہ کو پورا کیا جو مواخاۃ کی بنا پر کیا گیا تھا اور تم لوگ اس کے پاس ہوش و حواس کے ساتھ پہونچے۔)

وہ خلیفۂ مقتول کے قصاص کے مطالبہ میں بنو امیہ کے ہمنوا نظر آتے ہیں۔

وقد رضیت باہل الشام نافرۃً وبالامیر وبالاخوان اخوانا

(میں اہل شام سے ان کی مدد کی بنا پر خوش ہو گیا کہ وہ امیر کے مددگار اور بھائیوں کیساتھ بھائی ہیں)[1]

انی لمنہم وان غابوا وان شہدوا حتی الممات وما سمیت حسانا

(اگرچہ وہ غائب ہوں یا حاضر جب تک کہ میرا نام حسان ہے میں بھی موت تک انھیں میں سے ہوں)

اس کے علاوہ ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کی ذات پر کوئی الزام لگایا ہو اور حضرت عثمانؓ کے قتل میں ان کو شریک گردانا ہو۔

---

[1] العقد الفرید ۳/۲۹۶۔

البتہ ابو الفرج نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کی بیعت لی جا رہی تھی تو اس وقت حسانؓ کعبؓ بن مالک اور نعمان بن بشیرؓ کے متعلق لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ لوگ عثمانی ہیں۔ وہ بنو ہاشم کے مقابلے میں بنو امیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور انکا کہنا ہے کہ شام کی حکومت مدینہ کی حکومت سے بہتر ہے انکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آکر حضرت عثمانؓ کے قتل کے قصاص پر لڑے جھگڑے۔ اس پر حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں اور اس شہر میں انکا قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ اسکے بعد ہی وہ لوگ وہاں سے نکل کر حضرت معاویہؓ کے پاس چلے آئے حضرت معاویہؓ نے حسان کو جاگیر عطا کی، حضرت کعبؓ بن مالک کو ایک ہزار دینار مرحمت کئے۔ اور حضرت نعمانؓ بن بشیر کو حمص کا حاکم بنا دیا [۵۱]

اسی روایت سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ان تینوں اصحاب نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی لیکن دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرلی تھی۔ اس موقع پر حضرت کعبؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ امیرالمومنین معتوب گنہ گار نہیں ہوا کرتا۔ وہ نافرمانی بڑی اچھی ہے جس کے لئے معقول عذر ہو [۵۲]

لیکن اس کے باوجود قتل عثمانؓ کے سلسلہ میں حسانؓ کی طبیعت میں حضرت علیؓ کی جانب سے ایک گونہ انحراف پیدا ہوگیا تھا۔ اور ان کا دلی جھکاؤ حضرت معاویہؓ ہی کی جانب رہا۔ اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو طبری نے قیس بن سعدؓ بن عبادہ سے نقل کیا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے انھیں صوبہ مصر کی گورنری سے ۳۶ھ میں معزول کیا تو انھیں بڑا رنج ہوا۔ اور وہ مدینہ چلے آئے۔ حسانؓ کو معلوم ہوا تو ان کے پاس آئے۔ اور طنز کے لہجہ میں ان سے کہا کہ تمہیں علیؓ بن ابی طالب نے اس لئے معزول کیا ہے کہ تم جیسے حضرت عثمانؓ کے قاتل ہو۔ کس قدر زیادتی ہے! اس پر قیس نے کہا۔ خاموش رہو۔ نگاہ کے ساتھ تمہارا دل بھی اندھا ہوگیا ہے۔ اگر میرے اور

[۵۱] اغانی ۱۶/۲۳۳۔
[۵۲] مسعودی مروج الذہب ۲/۳۲۲

تمہارے قبیلہ کے درمیان جنگ کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔ لہ

حضرت علی رض کی شہادت کے بعد حضرت حسان رض کی یہی رائے ہو گئی تھی کہ اب پورے عالم اسلام کی باگ ڈور حضرت معاویہ رض کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں وہ اپنی قوم انصار کے خلاف ہی رجحان رکھتے تھے۔ حضرت عثمان رض و علی رض کی نزاع کے سلسلہ میں عام طور سے انصار معاویہ رض کے مخالف تھے۔ جنگ صفین کے موقع پر انصار کے اندر صرف نعمان رض بن بشیر ان کے ہمنوا تھے۔ باقی تمام انصار حضرت علی رض کے ساتھ تھے۔ اسی بنا پر حضرت معاویہ رض حضرت حسان رض پر بہت مہربان تھے۔ ان کی ضعیفی کا لحاظ کرتے ہوئے انکی مدد کرتے۔ خصوصی مراعات رکھتے۔

بصارت سے محرومی	عمر کے آخری حصے میں کمزوری اور ضعیفی کے ساتھ ان کی آنکھوں کی بصارت بھی ختم ہو گئی تھی۔ ان کے دو شعروں میں ان کے نابینا ہونے کی طرف اشارہ

ملتا ہے۔ لہ

اَنْ یاخذ اللہ مِنْ عینیّ نورھما ففی لسانی وقلبی منہما نورا

(اگر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے اس کی روشنی لے لی ہے تو کوئی غم نہیں۔ میری زبان اور میرے دل میں تو روشنی ختم نہیں ہوئی۔)

قلبٌ ذکیٌّ وعقل غیر ذی رذل وفی فمی صارم کالسیف مانورا

(دل بیدار اور غیر معمولی عقل کا مالک ہوں۔ میرے دہن میں ایسی شمشیر برّاں ہے جس کا وار خالی نہیں جاتا۔)

صحابہ کرام میں تقریباً تیئس اشخاص ایسے گذرے ہیں جن کی بصارت زائل ہو گئی تھی ان کے نام ابن جوزی رح نے اپنی کتاب "تلقیح فہوم اھل الاثر" میں حسب ذیل گنائے ہیں۔

لہ طبری ۴/۵۵۵۔

(۱) براءؓ بن عازب ۔ (۲) جابرؓ بن عبداللہ ۔ (۳) حکم بن ابی العاصؓ ۔ (۴) سعدؓ بن ابی وقاص ۔ (۵) سعیدؓ بن یربوع ۔ (۶) صخر بن حرب ابو سفیان ۔ (۷) العباسؓ بن عبدالمطلب (۸) عبداللہؓ بن ارقم (۹) عبداللہ بن عمرؓ ۔ (۱۰) عبداللہ بن عباس ۔ (۱۱) عبداللہ بن عمیرؓ (۱۲) عبداللہ بن ابی ادنیٰ ۔ (۱۳) عتبان بن مالک ۔ (۱۴) عُتبہ بن مسعودؓ الھذلی ۔ (۱۵) عثمانؓ بن عامر ۔ (۱۶) ابو قحافہؓ ۔ (۱۷) عقیلؓ بن ابی طالب ۔ (۱۸) عمرو بن مکتومؓ (۱۹) قتادہؓ بن نعمان ۔ (۲۰) کعبؓ بن مالک ۔ (۲۱) مالکؓ بن ربیعہ (۲۲) ابو اُسیدؓ الساعدی (۲۳) مخرمہؓ بن نوفل ۔ [۱]

وفات | حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دورِ خلافت میں داستان حسانؓ کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ۔ سن وفات کے تعین میں روایتیں مختلف ہیں ۔ بعض لوگ ۴۰ھ بتلاتے ہیں ۔ بعض میں ۵۰ھ اور بعض میں ۵۴ھ بتایا گیا ہے ۔ آخری روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ اس کے بعد سے ان کے اشعار بھی نہیں ملتے ایک سو بیس برس کی عمر پائی ۔

۵۴ھ میں وفات پانے والوں میں حکیمؓ بن حزام ۔ حویطبؓ بن عبدالعزیٰ سعید بن یربوع المخزومی بھی ہیں اور ان سب کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک سو بیس برس کی عمریں پائیں علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ حسان کے والد، دادا کی بھی اتنی ہی عمر تھی ۔ [۲]

کلام حسان کی تدوین | حسان کے کلام کی شہرت عہد نبوی اور عہد صحابہ ہی میں پھیل چکی تھی اس لئے جب احادیث و سیر کی کتابیں مدون ہوئیں تو خاص خاص غزوات کے موقع پر کہے گئے کلام کو ان میں نقل کیا گیا ۔ اسلامی دور کی بہ نسبت ان کے

---

[۱] نکت الھمیان فی نکت العمیان صلاح الدین خلیل بن ایبک ۔ [۲] نکت الھمیان ص ۱۳۵

جاہلی دور کے کلام کو بہت کم محفوظ رکھا گیا۔ حالانکہ جتنا زمانہ ان کا اسلام کے اندر گذرا اسی قدر جاہلیت میں بھی، اس لئے گمان غالب ہے کہ ان کے جاہلی دور کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ اس دور کے کلام میں سے کچھ حصہ تو وہ ملتا ہے جو آل غسان کی مدح پر مشتمل ہے اور کچھ وہ ہے جو انھوں نے قبیلۂ اوس کے شعراء کے مقابلے میں کہے ہیں۔

اسلامی دور کے کلام کی تاریخی اہمیت تھی اس لئے محفوظ کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا پھر بھی ان کے اسلامی دور کے جتنے اشعار بتلائے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی قطعی طور سے نہیں کہا جا سکتا کہ سب کا سب انھیں کا ہے۔ اس میں بہت کچھ دوسروں نے بھی اضافے کر دیئے ہیں۔ چنانچہ بعض قدیم نقادوں نے اس کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ابن سلام کہتے ہیں کہ جس قدر غلط انتسابات ان کی طرف کئے گئے ہیں شاید ہی اتنا کسی کی طرف کیا گیا ہو۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش کے خلاف کوئی بات کہنی ہوتی یا انھیں بدنام کرنا مقصود ہوتا تو ایسے اشعار گڑھ لئے جاتے تھے۔ اور کہا جاتا تھا کہ دیکھو حسانؓ نے یوں کہا ہے۔ انصاری شاعر کا نام ان پر طعنہ زنی کے لئے استعمال کیا جاتا۔ اور یہ حربہ لبا اوقات بڑا کارگر ثابت ہوتا۔ [1]

حسانؓ کے ایسے اشعار جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ زیادہ تر انھیں واقعات سے تعلق رکھتے ہیں جو عہد نبوی میں پیش آئے۔ سیرت ابن ہشام میں تقریباً بیس قصیدے غزوۂ بدر کے سلسلے میں ہیں۔ جب ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ان روایتوں پر غور کیا جو ابن اسحٰق سے روایت کردہ ہیں تو ان پر انھوں نے ناقدانہ نگاہ ڈالی۔ بعض کو تو انھوں نے تسلیم کیا اور بعض کی صحت میں انھیں شبہ ہوا تو برملا اس کے متعلق اظہار خیال بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ ان قصیدوں کے نقل کرنے کے بعد آخر میں

---

[1] طبقات الشعراء ص ۱۲۹

وہ لکھ دیتے ہیں ''اکثر علماء شعر کو حسان کے ان اشعار سے انکار ہے''، کہیں لکھتے ہیں۔ ''بعض علماء شعر ان اشعار کا انتساب حسان بن ثابت سے درست نہیں سمجھتے۔''

اس کے علاوہ حسان کے اشعار وضع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عہد عثمانی کے بعد جو سیاسی جھگڑے رونما ہوئے ان میں حسان امویوں کے ساتھ تھے۔ ایک گروہ نے اس سے فائدہ اٹھا کر ان کی طرف کچھ ایسے اشعار منسوب کر دیئے جن سے ان کے موقف کی تائید ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی بناء پر ان مراثی کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔ جو انھوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت پر کہے۔ کہ ان میں بھی کہیں کہیں اضافہ کیا گیا ہے۔ ابن عبدالبر نے ''استیعاب'' میں اس جانب توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ ان میں اہل شام کے بہت سے الحاقی اشعار ہیں۔ [۱]

حسان کے دیوان میں کہیں کہیں دوسرے انصاری شعراء کے کلام بھی گڈ مڈ ہو گئے ہیں۔ ان کے والد ثابت کے اشعار بھی انھیں سے منسوب کر دیئے گئے ہیں اور کہیں ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کے اشعار کو بھی انھیں کا بتایا گیا ہے اختلاط کی مثال میں تین شعر مُزینہ کی ہجو میں دیوان حسان کے اندر پائے جاتے ہیں۔ نجاشی کے خاندان کی ہجو میں جو اشعار ابو سعید السکری حسان کے بتلاتے ہیں۔ زمخشری اور سیرافی نے اس کے بعض اشعار خداش بن زہیر کے اس قصیدے کے بتائے ہیں جس میں اس نے بنی تمیم کے کچھ لوگوں سے خطاب کیا ہے۔ [۲]

سیرت ابن ہشام میں بھی بہت سی ایسی مثالیں ملیں گی کہ حسان کے اشعار انصار کے بعض دوسرے شعراء کے کلام کے ساتھ گڈ مڈ ہو گئے ہیں۔ [۳]

صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ ''اصمعی نے کہا کہ حسان بڑے زبردست شاعر تھے ابوحاتم نے کہا کہ بعض شعر ان کے بہت کمزور ہیں۔ اصمعی نے جواب دیا کہ بہت سے

---

[۱] استیعاب ۱۰۴۹/۳۔ [۲] خزانۃ الادب بغدادی ۵۷/۴۔ [۳] ملاحظہ ہو ۲۰/۲ و ۲۳۱/۲ - ۲۶۹/۲

شعر تو خود ان کے نہیں ہیں بلکہ غلط طور سے ان کی جانب منسوب کر دیئے گئے ہیں۔ [1]

بہرحال کلام حسان کی روایت کی جانب شعر کے مشہور راویوں میں سے جن لوگوں نے توجہ کی ان میں ایک تو ابوالحسن[2] علی بن المغیرۃ الاثرم متوفی ۲۳۲ھ ہیں جو اصمعی اور ابوعبیدہ کے شاگرد ہیں اور دوسرے محمد بن حبیب[3] متوفی ۲۴۵ھ ہیں۔ ابوسعید السکری نے ان کو جمع کیا اور ان کی تشریح کی۔ چنانچہ رجال کی مشہور کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں جابجا ان کے حوالے موجود ہیں۔ [4]

کتابی صورت میں حسان کا دیوان پہلی بار مطبع محمدی[5] بمبئی سے ۱۲۸۱ھ میں شائع ہوا۔ پھر ہندوستان کے مشہور عربی ادیب مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے دیوان حسان کو مرتب کیا جو ۱۲۹۵ھ میں لاہور سے شائع ہوا۔ لیکن انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ ۱۸۶۴ء میں بمبئی اور ٹیونس دونوں جگہوں سے شائع ہوا۔ اور پھر ۱۸۷۸ء میں لاہور سے اس کی اشاعت ہوئی۔ [6]

مغربی محققین میں حسان کی شخصیت اور شاعری پر سب سے پہلے ایچ ہرشفیلڈ (H. Hirschfeld) نے توجہ کی۔ ۱۸۹۲ء میں اس نے دیوان حسان پر اورینٹل کانگریس لندن میں ایک مقالہ پڑھا۔ اور پھر نہایت تلاش و تحقیق کے بعد دیوان کا نہایت شاندار نسخہ مرتب کیا۔ لندن، برلن، پیرس، اور سینٹ پیٹرس برگ کے

---

[1] استیعاب ۱/۱۲۰۔ [2] ان کے حالات کے لئے دیکھئے الفہرست ابن الندیم ص۵۳ و معجم الادباء یاقوت حموی ۱۰/۲۲۔ [3] ان کے حالات کے لئے دیکھئے الفہرست ابن الندیم ص۵۵ و معجم الادباء ۱۸/۱۲۲۔ [4] اصابہ ۳/۷۸ و ۱/۸۔

[5] مطبع محمدی سے چھپا ہوا نسخہ کتب خانہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔

[6] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۱/۲۴۳۔

متعدد مطبوعہ اور قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا۔ اور پھر لیڈن اور لندن سے اسے شائع کیا۔

ہرشفیلڈ کا یہ نسخہ ابوسعید سیرافی اور ابوالحسن محمد بن العباس کی روایتوں پر مشتمل ہے۔ اور ان دونوں کا دارومدار محمد بن حبیب کی روایت پر ہے۔ یہ نسخہ ان تمام نسخوں سے بہتر ہے جو اس کے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ انھوں نے اشعار کی چھان بین اور صحت پر پوری پوری توجہ کی ہے۔ اس دیوان پر ہرشفیلڈ نے جو مقدمہ لکھا ہے وہ بڑا اہم ہے۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیتوں سے مستنبط مضامین اور اس کے اسلوب کی مطابقت بھی دکھائی ہے۔

ان کے علاوہ دیوان حسان قاہرہ سے ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا۔ اور پھر ۱۹۰۴ء میں محمد شکری مکی کی شرح کے ساتھ چھپا۔ اس کے بعد دیوان حسان پر شرح و حواشی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہندوستان میں دیوانِ حسان کی ایک جامع شرح شیخ محمد بن یوسف گجراتی نے بھی لکھی ہے لیکن اب دستیاب نہیں ہوتی۔ ان کے بعد مصر شام، بیروت، اور دوسری جگہوں سے دیوان حسان کے متعدد نسخے چھپے اور اب بھی چھپتے جا رہے ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ مقبولیت عبدالرحمٰن البرقوقی کی شرح دیوان حسان کو حاصل ہوئی۔ یہ شرح بڑی محققانہ اور عالمانہ ہے۔ لغوی اور تاریخی تحقیق کے ساتھ دیگر عرب شعراء کے کلام سے جگہ جگہ تقابل بھی کیا گیا ہے اشعار کی تصحیح میں پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ حواشی میں جابجا اس کے متعلق اظہارِ خیال بھی کرتے جاتے ہیں۔ برقوقی کے مرتب کردہ نسخے میں وہ کاوش نہیں کی گئی ہے۔ جو ہرشفیلڈ کے نسخے میں ہے پھر بھی اس میں کچھ قصیدے ایسے بھی ہیں جو لیڈن والے نسخے میں نہیں ہیں۔ اس شرح کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۶ء میں قاہرے سے شائع ہوا۔ لیکن ۱۹۶۶ء میں اس کا جو ایڈیشن بیروت میں چھپا ہوا ہے وہ صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے بہتر ہے۔ اس میں بہت کچھ ترمیم و اضافے بھی کئے گئے ہیں۔

قاہرہ سے شائع ہونے والی شرحوں میں محمد العنانی کی شرح کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی تھی اور یہی شرح برقوقی کے لئے مشعل راہ بنی۔ کلام حسان کی تدوین کا کام ختم نہیں ہوا۔ اس پر جس قدر مزید تحقیق ہوگی نئے نئے گوشے سامنے آتے جائیں گے۔

اس سلسلے میں محققین نے دیوان حسان کے ایک نہایت نادر نسخے کا بھی پتہ چلایا ہے۔ یہ نادر نسخہ احمد سوم کے کتب خانہ توپ کاپی سرائے قسطنطنیہ میں ہے اور اس کا سلسلہ نمبر ۲۵۳۴ ہے۔ اب یہ نسخہ جامعہ دول العربیہ کے شعبہ مخطوطات کی زیب و زینت ہے اس قلمی نسخہ کے متعلق خاص بات یہ کہی جاتی ہے کہ یہ اثرم اور محمد بن حبیب دونوں کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔ کاتب نے اسے اس نسخہ سے نقل کیا ہے جو تیسری صدی ہجری میں عدوی کے سامنے پڑھا گیا تھا۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں حسان کے حریف شاعر قیس بن الحطیم کا کلام بھی ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔ مصر کے مشہور محقق ڈاکٹر ناصر الدین الاسد نے اسی کی مدد سے قیس بن الحطیم کا دیوان ایڈٹ کیا ہے۔ اور تصحیح و تحشیہ کے ساتھ دنیا کے سامنے پہلی بار پیش کیا ہے۔ اس مخطوطہ کی اہمیت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس پر جو شرح و حواشی ہیں وہ کسی دوسرے نسخے میں نہیں پائے جاتے۔ مخطوطات کے ادارہ نے جو فہرست مخطوطات مرتب کی ہے۔ اس کے متعلق جملہ تفصیلات اس کی جلد اول ص ۴۵۸ و ص ۴۶۵ پر درج ہیں۔

ختم شد

ادارہ کے قواعد ضوابط:

اور فہرست کتب مفت طلب فرمائے

جنرل منیجر مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶